حضرت عارف الحق بہلول شاہ طبقاتی القادری نظام آبادی

آپ کا اسمِ گرامی بہلول شاہ، کنیت عارف الحق، تخلص بہلوؔل، مقامِ ولادت، نظام آباد (ریاست حیدر آباد دکن) تاریخ ولادت سنہ ۱۳۰۱ھ م سنہ ۱۸۸۱ء (شیخ العصر) بہ عہد نواب میر محبوب علی خاںؒ آصف جاہ ششم نظام دکن۔ آپ کا تعلق درگاہِ حضرت سید امان اللہ حسینی عقب قلعہ سے ہے، جس کو عوام بابن صاحب کی پہاڑی کہتے ہیں۔

آپ کو فارسی اور عربی میں کافی عبور حاصل ہے، آپ کا علم عرفان مسلمہ ہے، آپ مدرس تھے، لیکن عوام و خواص کی رشد و ہدایت کی خاطر ترک ملازمت فرما کر مسجد قلعہ کی پیش امامی قبول فرمائی اور دنیا سے علحدگی اختیار کی آپ نے اپنے مکان موقوعہ قلعہ سے متصل سفالی مسجد میں مدرسہ صوفیہ دینیات قائم کیا، جہاں بچوں اور بچیوں کی مذہبی تعلیم ہوا کرتی ہے، پیش امامی کے علاوہ کچھ زراعت بھی ذریعہ معاش ہے۔

"آپ کو خلافت طریقت سلسلہ طبقاتی القادری سے حاصل ہے آپکا سلسلہ طریقت ناندیڑ کے مشہور بزرگ حضرت واصل الحق لکھا شاہ اولیاء تک پہونچتا ہے، جن کی درگاہ ناندیڑ میں مرجع خاص وعام ہے، یہ سلسلہ حضرت بدیع الدین شاہ زندہ مدار سے منسلک ہے، آپ کو حضرت امیر علی شاہ سے بیعت حاصل ہے، کافی ریاضت اور مجاہدۂ شاقہ کے بعد خلعت خلافت عطا فرمائی گئی اور سات سال تک مندرجہ ذیل امور کا پابند رکھا گیا:۔

۱۔ پان اور سگریٹ کا استعمال نہ کرنا

۲۔ بریانی اور اسی قسم کی غذا نہ کھانا

۳۔ بالاخانہ اور بنگلہ پر نہ سونا (پلنگ اسی میں داخل ہے)

۴۔ کرسی پر نہ بیٹھنا

۵۔ توشک پر آرام نہ کرنا

آپ اکثر سلسلہ قادریہ اور طبقاتیہ میں مرید کیا کرتے ہیں، آپ کے سینکڑوں مرید حیدرآباد اور اضلاع میں ہیں۔ آپ میں بے حد سادگی ہے مشائخانہ رعونت اور اختلاف الناس نام کو نہیں۔ لوگوں میں اسطرح گھل مل

جاتے ہیں کہ آپ کو پہچاننا مشکل ہے، آپ کا لباس بھی بہت سادہ اور معمولی دہی لانبا کرتا، لنگی اور شملہ، ہاتھ میں لکڑی، کندھے پر رومال، چہرہ پر لانبی داڑھی، آپ علم و عرفان کے سرچشمہ ہیں، صاحبِ باطن اور صاحبِ حال ہیں، لیکن عوام سے پوشیدہ،

آپ نے علم قرأت حضرت سید اکبر علی جہا جر مکی اور حضرت قاری عبداللہ سے حاصل فرمایا، مثنوی شریف کی تعلیم جناب اسحاق احمد صاحب چشتی نظام آبادی سے حاصل کی۔ فن خوشنویسی میں آپ نے سنٹرل جیل کے منشی مولوی غلام محی الدین صاحب کی شاگردی کی، آپ کو شاعری میں مختلف اساتذہ کا تلمذ حاصل رہا۔

خادم کو آپ سے اور آپ کو خادم سے بے حد انس ہے۔ اس کتاب "نقشبند دکن" کی تالیف کے سلسلہ میں آپ سے تصحیح کروانے کا امتیاز اور شرف بھی حاصل ہے، آپ نے اس کتاب کو بہ نظر تصحیح ملاحظہ فرما کر تقریظ بھی لکھی ہے جو فارسی زبان میں ہے"

عصر سے مغرب تک خدمت والا میں میری حاضری رہتی اور آپ مضامینِ کتاب اور ترتیب و اسلوب کی سماعت فرما کر اختصار کی تاکید فرماتے اس طرح کئی دن گذر گئے، جب ذکرِ خلفاء کا باب شروع ہوا اور حضرت میر اشرف علی دکنی نقشبندی کے حالات شروع ہوئے تو آپ کو مسلسل ایک ہفتہ استغراق اور وجد آمیز کیفیت رہی، اتفاقاً ایک ہفتہ تک میں بھی غیر حاضر رہا آپ کو میرا سخت انتظار تھا کہ جلد کتاب کی تصحیح ختم ہو جائے۔ چنانچہ جس روز میں آپ سے مسجد قلعہ میں نماز مغرب کے وقت قدم بوس ہوا تو مجھ پر

بھی آپ کی قلبی کیفیت کا اثر ہوا، اور آپ کے ساتھ وجد کی حالت میں گھومتا رہا
عشار کے وقت آپ کی کیفیت میں سکون پیدا ہوا اور ہم دونوں مسجد میں ایک
جگہ بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کی کہ یہ کیا ماجرا ہے، ارشاد ہوا کہ "جوں ہی حضرت
میراشرف علی دکنی رح کے حالات پڑھنا شروع کیا تو مجھ پر رقت اور وجد طاری
ہوگیا جواب تک رہا، اُن کے حالات میں عجیب فیضان مترشح ہے۔ کوئی آئینہ
قلب اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" پھر ارشاد فرمایا: "اسی طرح کا
ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔" یعنی جوں ہی اُن کی زبان سے یہ شعر موزوں ہوا ع

مجھے مشرک کہیں گے اہلِ معنیٰ
اگر کہہ دوں خدا ہے اور میں ہوں (بہلول)

اُس شعر کی وجہ سے آپ کو پندرہ روز تک غیر معمولی وجد اور محویت
رہی۔ جو شخص بھی آپ سے ملتا وہ بھی رقت قلبی سے متاثر اور مستغرق ہو جاتا
حتیٰ کہ خود باہر کا دروازہ کھولتے تو باہر جس پر نظر گرتی وہ بھی غرق حال ہو
جاتا۔ جب آپ کی کیفیت اعتدال پر آگئی تو میں نے عرض کی کہ حضرت
میراشرف علی دکنی رح کے حالات کا اس طرح اثر انداز ہونا لازمی ہے۔ اس کتاب
کی تالیف کے وقت خادم (مولف) درگاہ حضرت شاہ سعد اللہ نقشبند
دکنی کی بارگاہ میں معتکف تھا اور مسجد کی ایک الماری میں جس میں شطرنجیاں
اور جانمازیں رکھی جاتی ہیں، بیٹھا رہتا تھا، الماری چھوٹی ہونے سے نیند تو
ناممکن تھی۔ صرف رات دن اس میں بیٹھا لکھتا رہتا تھا۔ جس وقت حضرت
اشرف علی دکنی رح کے حالات لکھنا چاہا تو سجادۂ درگاہ نے اشارتاً فرمایا کہ حضرت
میراشرف علی دکنی رح بے شک قوی الاحوال تھے، لیکن اُن کا ایک پہلو نہایت

ہی تاریک تھا، میرا قلم رک گیا، اور میں اسی تشویش میں رہا، یہاں تک کہ رات میں الماری کے اندر بیٹھا غنودگی کے عالم میں دیکھتا ہوں کہ حضرت شاہ سعد اللہ تشریف فرما ہیں اور مجھ سے تعارف کرواتے ہیں کہ یہ مولوی عثمان صاحب ہیں اور یہ مولوی اشرف علی صاحب، اس تعارف اور مخاطبت کے بعد ان دونوں حضرات کو اپنے دونوں بازو بٹھایا اور میری طرف دیکھنا شروع کیا کہ اتنے میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ صبح سجادۂ درگاہ تشریف لائے اور اُن سے میں نے حضرت میر اشرف علیؒ کا حلیہ دریافت کیا تو سجادۂ درگاہ نے بعینہٖ وہی حلیہ بیان فرمایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ تب میں نے سجادہ صاحب قبلہ سے پورا خواب بیان کیا۔ اس کے بعد حالات لکھتے وقت قلم میں عجب زورِ بیان اور اثر پیدا ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر وجد طاری رہا۔

آپ نے یہ جواب سن کر فرمایا "بشیر میاں! تم کل کتاب لے کر پہاڑی شریف پر عصر کے وقت آجاؤ۔" چنانچہ دوسرے دن عصر کے وقت پہاڑی شریف پر حاضر ہوا تو آپ اُس غار میں منتظر تھے جس میں سید شاہ امان اللہ حسینیؒ ریاضت و مجاہدہ کیا کرتے تھے۔ وہاں جاتے ہی عصر کی نماز کے بعد کتاب کی تصحیح ختم فرما دی گئی اور خود ہی ہاتھ بڑھا کر طریقہ قادریہ میں مجھ کو مرید کر کے فرمایا "قادریہ طریقے کا بھی فیضان دیکھو جو سمندر کی طرح موجزن ہے۔" مرید ہوتے ہی مجھ کو بہت کوفت رہی کہ میں نے استخارہ نہیں کیا اور نہ بزرگان نقشبندیہ سے اجازت حاصل کی، کہیں ایسا نہ ہو کہ بزرگانِ نقشبندیہ کا مجھ پر عتاب ہو جائے کیونکہ میرے بچپن کے مرشد حضرت ضمیر الدین شاہ نقشبندیؒ تھے اور اب معنوی طور پر اویسیہ نسبت حضرت نقشبند دکنؒ سے ہے،

اسی تشویش میں سوگیا اور پچھلی رات کو خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ ملک پیٹ کی نئی مسجد میں نماز مغرب کی جماعت میں ہم سب شریک ہیں۔ نماز ختم ہونے کے بعد لوگ منتشر ہوگئے اور صحن میں مختلف مقامات پر جتھوں کی شکل میں بیٹھ گئے مسجد کے اندر محراب کے سامنے چار پانچ بزرگ ہستیاں جو بالکلیہ آپ یعنی حضرت بہلول شاہ قبلہ کی طرح لباس پہنے ہوئے تھے بیٹھ گئے۔ اور میں بھی اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اِسی اثنار میں ایک بارعب بزرگ سفید شیروانی پہنے ہوئے محراب سے برآمد ہوئے۔ اور پوچھا کہ عارف الحق کہاں ہے۔ اُن بزرگوں نے جواب دیا کہ وہ یہاں وہاں کہیں عوام میں مل کر بیٹھ گئے ہوں گے۔ ان کو پہچاننا اور امتیاز کرنا مشکل ہے۔ اُن میں شیخیت اور انفرادی شخصیت مطلق نہیں ہے۔

دورانِ گفتگو میں مجھے خوف ہونے لگا کہ میں داڑھی مونچھ صفا چٹ ہوں کہیں مجھ پر عتاب نہ ہو جائے۔ اِسی اثنار میں میری آنکھ کھُل گئی اور متفکر تھا کہ عارف الحق کون ہیں۔

اِسی دھُن میں دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ خاص طور پر بے وقت میرے پاس تشریف لائے اور مسکرانے لگے۔ میں نے پوچھا "حضرت قبلہ! آپ کے سلسلہ میں عارف الحق کوئی بزرگ گزرے ہیں کیا؟ آپ نے تبسم کے ساتھ فرمایا "غریب ہی کا نام عارف الحق ہے جو پیر و مرشد کا سرفراز کیا ہوا نام ہے یہ سنتے ہی میری تشویش دور ہوگئی۔ اور فوراً یہ قطعہ موزوں ہوا۔

رابطہ راسخ گشت از پیرانِ پیر + چوں غلام شہ امان اللہ شدم

چوں بہ دانستم کہ منزل واحد ست + راہ گیر جملہ اہل اللہ شدم

سربلندم شد بہ نظر نقشبند + چوں سگ درگاہِ سعد اللہ شدم

آپ جب کبھی مجھ غریب کے ہاں تشریف لانا چاہتے تو میرے دل میں ایک قسم کی کشش اور جنبش ہوتی اور میں انتظار میں رہتا کہ آپ میرے پاس تشریف لاتے۔ اس طرح بارہا ہوتا رہا۔ آپ کی مجھ پر بے حد مہربانیاں تھیں
میں نے متواتر کئی برس آپ سے سلوک اور تصوف کا درس لیتا رہا اور کئی کتابیں پڑھی ہیں۔ اکثر آپ کی ہی تصانیف اور تالیفات زیر درس رہی ہیں

آپ کی تصنیفات و تالیفات یہ ہیں :۔

۱۔ تحفۂ بہلول ۲۔ ارمغان مدح ۳۔ دیوانِ بہلول ۴۔ نیرنگ بہلول
۵۔ تاریخ حسینی ۶۔ مقاصد بہلول ۷۔ مرکبات بہلول ۸۔ وظائف بہلول

۱۔ تحفۂ بہلول :۔ تاریخی نام سترِ مغاں۔ یہ آپ کی اُردو مطبوعہ منظوم تصنیف ہے۔ جس میں حمد و نعت کے بعد بالکلیہ تصوف کے مضامین اور حقائق و دقائق بیان کئے گئے ہیں۔

توحید کے بارہ میں فرماتے ہیں " التوحید اسقاط الاضافات"
ظاہر وہی، باطن وہی، اوّل وہی آخر وہی، اللہ اللہ خاص بندوں کی غذا ہے عاشقوں کو اِس کا نام مرغوب ہے۔ شمع ایک ہے اور قندیلیں ہزار، خدا کی ذات قائم و دائم اور ساری دنیا فانی اور غیر قائم"۔

آپ نے اس کی تفہیم کے وقت ایک واقعہ بیان فرمایا تھا کہ ایک بڑے بزرگ تھے۔ ان کی بیوی کو مدت سے آرزو تھی کہ اُن کے خاوند اپنی زبان سے اللہ کہیں۔ ان کی بیوی اکثر سوچا کرتی تھیں کہ میرے خاوند کے کئی ہزار مرید ہیں اور عظیم المرتبت بزرگ مانے جاتے ہیں لیکن اُنکی زبان سے

اللہ نہیں نکلتا۔ ایک دفعہ نیند میں کروٹ بدلتے وقت بزرگ نے زبان سے اللہ کہا۔ اِن کی بیوی نے یہ سن کر فرطِ خوشی سے علی الصبح اُٹھ کر خاص طور پر کچھ پکوان کر کے خاوند سے کہا کہ چلئے فاتحہ دید یجئے۔ بزرگ نے پوچھا "یہ غیر معمولی خوشی کیوں"۔ بیوی نے سارا قصّہ کہہ سنایا۔ اتنا سنتے ہی بزرگ نے کہا "مجھ میں اور اللہ میں اتنی دوری اور اتنی غیریت۔ اب زندہ رہنا بے کار ہے"۔ اِس کے بعد فوراً ہی انتقال کر گئے۔ یہ ہے توحید اور فنا فی اللہ کی مثال ۔

مجھے مشرک کہیں گے اہلِ معنیٰ
اگر کہہ دوں خدا ہے اور میں ہوں

(بہلولؔ)

رسالت کے متعلق فرماتے ہیں "اگرچہ تمام انبیار آفتاب ہیں لیکن حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیار نبی آخر زماں اور سب میں لاجواب ہیں اُن کی امّت کا لقب خیر الامم ہے۔ چار صحابہ کے نام اطہر و افضل ہیں اور اُن کے نام سے بحر و بر کا بنتے ہیں، جنھوں نے رایت توحید کو بالا کیا اور جو پستی میں تھے اُن کو اعلیٰ کیا۔ من عرف کی کنہ کو بتلائے گئے۔ اگرچہ دنیا میں کئی مشارب ہدایت ہیں، لیکن زمرۃ الاسلام فی الدنیا عجیب شاندار اور بے نظیر ہے۔

اپنے مرشد حضرت امیر علی شاہؒ ناندیڑی کی تعریف میں اپنے جذباتِ حقیقی کا اظہار فرماتے ہیں "وہ رازدان من لدن عین الیقین ہیں غیریت میں عینیت دکھائی، ذات سے صفت واصل ہو گئی۔ جیسے دریا

میں بلبلے بے شمار ہوتے ہیں۔ اور نام کے قطرے بے اعتبار ہوتے ہیں، اسی طرح میرے دل سے تمام وساوس ناسوتی اور نقوش ماسوا کو اک قلم فنا کر دیا اور اپنا غلام بنا کر عارف الحق کا خطاب دیا۔ توحیدی شراب پلا کر نصیحت کی کہ اختلاف الناس کو دل سے مٹا۔ تو اس میں گم ہو جا، یہی کمال توحید ہے۔ ؎

اُن کی زبان گویا خدا کی زبان ہے
قطرہ کا حکم حکم ہے بحرِ ذخیرہ کا (دلکشؔ)

خود شناسی کے سلسلہ میں انکشاف فرماتے ہیں: "تو جسم کی رُو سے بہت کثیف ہے لیکن روحانی رُو سے نہایت لطیف، فنا میں بقا ہے دل سے غیریت کا پردہ چاک کر اور عینیت دیکھ لے۔ غیریت میں عقل و دانش کی دکان ہے۔ اور عینیت میں تحقیق نکتہ داں ہے۔ خواہش نفسانی کو چھوڑ اور صاحبِ کمال بن، لاکھوں میں ایک ماہر ہوتا ہے ؎

چند ہی پھولوں میں ہوتی ہے کشش
گرچہ ہوتے ہیں چمن میں کئی ہزار (دلکشؔ)

پیر و مرشد ہی بتا سکتے ہیں کہ انا یعنی خودی کیا ہے۔ عاشق کی تین علامتیں ہیں۔ آہ سرد، چشم تر اور رنگ زرد۔

قیل و قال کو چھوڑ دے اور شیخ کامل کے ہاتھ پر پامال اور صاحبِ حال ہو جا، ہر صدی کے بعد ایک قطب پیدا ہوتا ہے۔

خدا کا ذکر اطمینان کا باعث ہے۔ تو جس کے لئے نور حق باعث زینت ہے ؎

دل یگانہ کر یہی توحید ہے
بس یہی تخلیص اور تجرید ہے

اللہ اللہ کہو کہ اللہ ہو جاوٴ، یہ سچ بات ہے کہ لا الہ ذکرِ شرعی ہے اور الا اللہ ذکرِ طریقت، حقیقت کا ذکر اللہ اور معرفت میں ھُوْ۔

ہماری ابتدا دوسرے طریقوں کے منتہی کی ابتدا ہے، اور ہمارا آخر خالی از تمنا بجز ذات پاک کے۔ (یہی خصوصیت طریقہ نقشبندیہ کی بھی ہے۔)

اگر تو اہلِ صفا ہونا چاہتا ہے تو اولیاء اللہ سے مکر و حسد نہ کر، حضرت عالمگیر جب حضرت بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے مزار پر تشریف لے گئے اور سلام کیا تو حضرت زندہ شاہ مدار نے فوراً جواب دیا۔ حضرت عالمگیر کی عادت تھی کہ اگر مزار سے سلام نہ آتا تو جاگیر ضبط کرتا، حتیٰ کہ مزار کو بھی منہدم کرواتا۔

عام لوگ صنعت اور مصنوع پر ظاہری نظر رکھتے ہیں اور اہلِ باطن صانع پر، صنعت کو دیکھ کر صانع کی طرف رجوع ہونا سیر الی اللہ ہے۔ یعنی سیرِ اول۔ سیرِ دوم میں یعنی سیر فی اللہ خاص دوستوں کا کام ہے۔ سیرِ اول میں تصفیہ نفس ہے۔ اور سیرِ دوم میں تزکیہ قلب۔

تارک الدنیا بننا نہ دین ہے نہ جواں مردی، مال و دولت، بال بچے اور حکومت وغیرہ کا نام دنیا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کو بھول جانے کا نام دنیا ہے۔ خود کو سمجھنا اور اپنی ذات کو کثرت ذکر و فرطِ عشق سے اللہ

غرق کرنا کمال ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے ہو رہنا ایسا ہے جیسا کہ خالی
پوست کو مغز سمجھنا۔ بے خودی میں انا الحق بولنا ایسا ہے جیسے قطرہ کا دریا
میں مل جانا۔ سلامتی تو شریعت میں ہے۔

جانور ہو یا انسان، سب کے ساتھ احسان کرو۔ اس سے مدارج
بڑھتے ہیں اور آخرت میں مغفرت حاصل ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں ؎

آدمی اسرار ہے سبحان کا
اور سبحان بھید ہے انسان کا

زبان بند رکھو تاکہ دل میں نور کا دروازہ کھل جائے، روح اللہ

کا دخل ہے اور علم دوم میں حقیقی جوش ۔ بدباطن اور نااہل کو علم سکھانا چوروں
کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے ۔ علم ظاہر میں حضرت موسیٰؑ طاق (کامل) تھے اور
علم باطن میں حضرت خضرؑ۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے
ملاقات کی تو قرب علمی کی دکان نظر آئی ، لیکن رموز باطنی کو سمجھ نہ سکے ۔

سماع ایک آتشِ دیگر ہے جو ماسوا اللہ کو جلانے کا ذریعہ ہے ، اُس کے
راز کا انکشاف مالایطاق (بیرون طاقت) ہے ، یہ محرک قلب ہے ، ولایت
سلب کا لانے والا ہے ۔ حضرت داؤد علیہ السلام زبور پڑھتے تو آدمیاں اور
پرندے جمع ہو جاتے ، اہل ہی سن سکتے ہیں ۔ صوفیوں کے نزدیک اِسکے لئے
اخوان و زمان و مکان کی شرط ضروری ہے ۔ زیر و بم کے اندر بھید چھپا ہوا
ہے ۔ اگر فاش کر دوں تو دنیا نیچے اوپر ہو جائے ۔ ہر آدمی سماع سننے کی
اہلیت اور موزونیت نہیں رکھ سکتا ۔ نہ ہر پرندہ کی غذا انجیر ہو سکتی ہے
سماع عاشقوں کی غذا ہے ۔ سماع کی زمین اور آسمان ہی اور ہے ، اس کا
پیمانہ اور شراب ہی اور ہے ۔

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ سماع میں
مرید خاص کا گوہر معنیٰ ظاہر ہوتا ہے ، ذوقِ تن کا نام تواجد اور طرب
قلب کا نام وجد ہے ۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے ہیں
" نہ مجھے سماع سے سروکار نہ انکار "۔

حدیث " الفقر فخری " کی تشریح فرماتے ہیں کہ فقر کے " ف " سے
مراد فنا فی اللہ " ق " سے قرب خدا ، " ی " سے یادِ غیر کے خطرہ کو دل سے
نکالنا اور صرف اللہ کی یاد کرنا اور " ر " سے مطلب راحت فی المعارف ہے

چنانچہ حضرت الوری نے راز "راٸی العین" سے اس کی رہبری کی ہے اور صراحت کی ہے کہ خود کو تکلیف میں ڈالنا، کم بولنا، کم کھانا اور کم سونا ہی ریاضت نہیں۔ یہ کام تو بیچے، بیوہ، اور غربا بھی کر سکتے ہیں۔ اصل ریاضت یہ ہے کہ غیر حق کے ہر خیال کو ڈاکو سمجھو اور دل کے لئے زہر، ہر حال میں دل کو اس ڈاکو سے محفوظ رکھو تاکہ ڈاکو اُس میں نہ آسکے۔

سالک کی ترقی کے راستہ میں سب سے اول نفس حائل ہوتا ہے، اسکو زیر کیا جائے۔ اس کے بعد دل کی حفاظت کی جائے۔ پھر اثبات کے ذریعہ ترقی روح حاصل ہو یعنی مردہ دل زندہ ہو جائے۔ بعد ازاں رازِ سری یعنی صفاتی تجلی حاصل ہو جائے گی۔ پھر درجہ خفی یعنی مقامِ حضور، ہی طریقت کی انتہا ہے جو بغیر مرشد کی رہبری کے ناممکن ہے۔

ولایت کے تین اقسام ہیں۔ احمدی[1]، عشقی[2] اور روحی دو ہیں[3]۔ احمدی میں اتباعِ شرع، عشقی میں مذہب عبث، گبر و مومن میں پردہ ہے روحی سے مراد "از طفولیتِ ظہور" اور وہبی میں مرشد قوت باطن سے مرید کو ایک دم رنگ دیتا ہے۔ باطنی قوت کے زور سے وہ اپنے مرید کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اولیاء اللہ کی صحبت اور قرب سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ دیدار خود عبادت ہے اور فتح ابواب سعادت، کامل صوفیاء کو محو الصحو پر قدرت حاصل ہوتی ہے اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ اک دم سالک ہزار عامہ ہے۔

رشد وجودی کی تفہیم فرماتے ہیں: "جمع البحرین کا مطلب یہ ہے کہ بہ ظاہر عبد و رب جدا جدا ہیں لیکن حقیقت میں ایک ہیں۔ جمع الجمع سے

مراد نظر کرنا، تشبیہ کا تنزیہ میں اور تنزیہ کا تشبیہ میں ہے

ہے عواص الخمس تجھ میں پیچ گنج + تو مٹے تو باقی باللہ نکتہ سنج

پکا یقین کرلے، گمان بے کار ہے۔

اللہ اللہ لیس غیرک فی الوجود + ھل تری الخ یا رفی دھر الشھود

بظاہر تو عالم اصغر کی صورت میں اور معنوی طور پر عالم اکبر میں ہے۔ غم کھا۔ مگر غم بڑھانے والوں کی روٹی مت کھا کیونکہ عقل مند غم کھاتا ہے تو نادان لڑکا شکر کھاتا ہے۔

مسئلہ معیت کی تشریح فرماتے ہیں:" قرآن میں صاف طور پر واللہ معکم ہے اس لئے آنکھوں پر جو پردہ پڑا ہوا ہے اس کو نکالو تو ادراک ہو جائے۔ معیت خاص حاصل ہو تو اللہ کی ذات وصفات اور جملہ کائنات اپنے ساتھ ہے۔ بے تکیف و بے قیاس اتصال اللہ اور بندہ کے درمیان ہے ع نقش سے نقاش آتا ہے نظر

اے برادر ہو بہو ہے شخص و عکس + برگ ہی کی ذات کا ہے جملہ رس

ہے ادب بندہ خدا نہ بولنا + ایک شئے کو بارہا یوں تولنا

با صفت موصوف پیدا اس طرح + نظم سے ناظم ہویدا جس طرح

نثر سے نثار کا چلتا پتہ + جب نہ ہو صنعت تو صانع لاپتہ

ذات وصفات کو لازم جانو۔

قیل و قال بے کار ہے، عمل ضروری ہے

کتاب کے اختتام پر بطورِ عاجزی کے فرماتے ہیں۔

حوصلہ میرے قلم کو ہے کہاں + جو لکھے احوالِ جذبِ عارفاں

ہوں میں باشندہ نظام آباد کا ؛؛ شاعری میں منقر ہوں صاد کا
گانے والوں کی تو اک آواز ہے ؛؛ مطرب وردی کا اک اعجاز ہے
جب تلک باقی خودی رنگ گلاب ؛؛ کن نفی خود ولاہو الصواب
ہے توجہ خاص بہر طالبین ؛؛ خود شناسی کی ہے یہ راہ مبین
سالکِ تن، سالکِ جاں اور ہے ؛؛ اس کا اسباب اس کا ساماں اور ہے
میں تو سالک ہوں نہ عارف پاکباز ؛؛ لاف و دعویٰ کیا کرے اہل نیاز
ہے بزرگوں سے یہ میری التجا ؛؛ معاف کردیں اس میں دیکھیں گر خطا

ہے یہ تعلیم وجودی بانظام
بہر احباب طریقی والسلام

۲ - تاریخ حسینی :- اس کتاب میں نظام آباد سے متعلق تاریخی تذکرہ ہے جو فارسی زبان میں ہے، یہ قلمی کتاب ہے جس کو خود حضرت نے اپنے قلم سے خوش خط لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید امان اللہ حسینی اور دیگر اولیاء اللہ کے حالات ہیں۔

حضرت سید امان اللہ حسینیؒ کے بارہ میں فرماتے ہیں " حضرت کوہ علم اور بحر علم و عطا تھے ۔

نطق نطق فیض جاریہ ؛؛ یا فتوت ذوالفراست نظریہ

آپ نے سطح آب پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد پہاڑی پر جا کر سکونت اختیار کی اور وہیں وصال ہوا اور مزار شریف تعمیر ہوا۔

اس پہاڑی کے روبرو رگھوناتھ تالاب واقع ہے۔ پہاڑ پر رگھوناتھ جی

سادھو رہا کرتا تھا۔

آپ کی تاریخ ولادت ۸۹۰ھ اور مادۂ تاریخ "فیض" آپ حسنی الحسینی تھے آپ کو اپنے والد بزرگوار حضرت سید اسحاق قادری کرنولی سے خرقہ خلافت اور روحانی فیض ملا۔ آپ نے ۹۳۰ھ میں بہ عہد تخت نشینی شاہ بابر دہلی سے نظام آباد (اندور) تشریف لاکر قلعہ کے پیچھے پہاڑی شریف پر کنج عافیت اختیار فرمایا اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ کی تعلیم یہ تھی:۔ کیش فی اللہ اسریت، ترک خلق اللہ، نحن اقرب اور واسجد و اقترب کو سمجھنا، انسان طائر لاہوتی ہے اور اس کا آشیانہ عرش اعلیٰ ہوتا ہے اس لئے دام ناسوتی میں نہیں پھنسنا چاہیئے۔ بند ہیم و زر سے آزاد رہنا ضروری ہے۔ بغیر پیر و مرشد کے راہ سلوک طے نہیں ہو سکتا۔

قلعہ دار اندور (نظام آباد) سے رگھوناتھ جی سادھو کا مقابلہ رہا۔ رگھوناتھ سے پیشتر ۱۰۴۲ھ میں قلعہ تعمیر ہوا اور اس کی فراری کے بعد ۱۰۵۶ھ میں بیرونی دروازہ تیار ہوا جن کا مادۂ تاریخ بالترتیب "رفیع الشان" اور "باب العظیم" ہے۔

آپ نے حضرت بابا داؤد خاکی کشمیری اور دیگر چالیس اولیاء اللہ سے فیض پایا۔ آپ کے صاحبزادے سید بدر عالم بھی آپ کے ہمراہ تھے حضرت سید بدر عالم سے اب تک آپ کا سلسلہ قائم ہے۔ ۲۷۲ سال کی عمر پاکر ۱۱۶۲ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کا روضۂ مبارک ۱۳۲۶ھ میں مہاراجہ نرسا گوڑ مستاجر آبکاری کی جانب سے تعمیر پایا۔

(ماخوذ از قدیم تاریخ اندور و تاریخ الاولیاء حصہ دوم)

شاہ امان اللہ حسینی قادری ؛؛ شیخ کامل رہ نمائے معنوی
ہر کہ باشد منکر ایں ذاتِ پاک ؛؛ کن خدایا از سواللہ جامہ چاک
ہمچو سلمانؓ شاہ نورِ حموی ؛؛ یافت عمرے شہ امان اللہ ولی
گنبد و ایوان شاہانِ جہاں ؛؛ دیدہ ام شد بے چراغ و بے نشاں
مدتے بگذشت و جاری عود و گل ؛؛ کیں دلیلِ عاشقان ذاتِ کل
امتیازِ دین و دنیا شد عیاں ؛؛ چوں نہ دانستی بداں اے مہرباں

ایں سخن بشنو ز دلکش خاکیا
مغتنم ہستی شہِ بہلول ما

حضرت سید احمد شہیدؒ :- آپ کا مزار محلہ کوتھ میں واقع ہے، آج سے تقریباً ہزار برس پہلے سارے ہندوستان میں کامل ہندو راج اور ہندو مت کا عروج تھا، (۷۰۰) سال قبل اندور (نظام آباد) بھی شہر ورنگل کی راجدھانی کے تحت جین مت کا مرکز بنا رہا۔ جس کی قدامت کا اندازہ حال ہی میں محلہ کوتھ کی مسجد کے فرش سے نکلی ہوئی برہنہ مورتیوں پر کندہ شدہ تاریخ شک ۱۱۰۰ مطابق ۵۹۷ھ سے ہوتا ہے۔

اگرچہ کہ اس وقت مسلمانوں کا کوئی سیاسی اثر قائم نہ تھا، لیکن مجاہدین اسلام اور اولیائے عظام جو اکثر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلویؒ کے اہل سلسلہ تھے دکن کے ہر خطہ میں تبلیغ کے لئے پھیلے رہے، جیسا کہ مذہبی تواریخ سے ظاہر ہے، قلعہ نظام آباد کی مسجد کا تعمیری سن ۶۲۲ھ م ۱۲۰۲ع مادۂ تاریخ "نورِ علیٰ نور" اس کا زندہ

ثبوت ہے، یہی پہلا تبلیغی دور تھا۔

۷۰۹ھ م ۱۲۸۹ء میں ملک کافور نے اور ۷۲۲ھ م ۱۳۰۲ء میں شہزادہ محمد تغلق نے اندور یعنی نظام آباد اور بودھن سے ہوتا ہوا ورنگل پر حملہ کیا۔ اسی وقت سے یہاں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار شروع ہوا جسکو دوسرا تبلیغی دور بھی کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ محلہ کوتھ نظام آباد میں دار العدالت ۷۴۱ھ م ۱۳۲۱ء میں تعمیر ہوا اور قلعہ "رفیع الشان" ۷۴۲ھ م ۱۳۲۲ء میں۔

اس تدریجی دور میں اسلامی اثر ضرور قائم ہوتا گیا لیکن ابھی یہاں اسلام کی بنیاد نہ پڑی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے قائم ہوا بلکہ اسلام کی تبلیغ کو اولیاء اللہ نے تالیفِ قلوب اور روحانی تصرفات کے ذریعہ اپنے ذمہ لے لی تھی۔ ۷۸۹ھ م ۱۲۶۹ء میں جبکہ یہاں کفر کی تاریک گھٹا چھائی ہوئی تھی حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنے خون سے چمن اسلام کی داغ بیل کی کیونکہ دفاعی صورت میں جہاد لازمی تھا۔ اس طرح آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت بہلول شاہ قبلہ فرماتے ہیں: "مسجد قلعہ جو ۶۲۲ھ م ۱۲۰۲ء میں تعمیر ہوئی تھی بالکل سفالی تھی۔ اس کی پختہ تعمیر کے وقت کھدائی کے دوران میں ۲ یا ۳ گز کی گہرائی پر زمین کے اندر چند پتھر کی سلیں برآمد ہوئیں۔ جب پتھر کی سلیں نکالی گئیں تو مزار کے اندر ایک لحیم و شحیم تازہ لاش نظر آئی۔ جسم کا ہر حصہ محفوظ تھا اور کفن بھی اچھی حالت میں پایا گیا چہرہ پر سفید داڑھی اور عجیب نورانی کیفیت تھی۔ فوراً وہی کڑیاں علیٰ حالہ

مزار پر رکھ کر سطح زمین کے اوپر مزارِ مبارک بنایا گیا۔ اب بھی ہر سال عرس ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے بزرگوں کی عظمت وشان کا اندازہ ہوتا ہے کہ جو جسم اللہ کا ہو جاتا ہے اس کو زمین کے اندر کی کوئی مخلوق چھو نہیں سکتی حالانکہ سنہ ۶۲۲ھ م سنہ ۱۲۰۲ء سے آج تک سات سو سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ یہی بزرگوں کی بعد از موت کرامت ہے۔

اسی زمانہ میں جب کہ دہلی میں خلجی دورِ حکومت تھا، پرگنہ اندول میں جس کو اب تعلقہ اندول ضلع میدک کہتے ہیں، ایک محلہ کوٹھ کے نام سے مشہور ہے، اندول کے اس محلہ میں حضرت بایزید شہید کی درگاہ ہے، خلجی دور میں پرگنہ اندول پر ریڈی لوگوں کی حکومت تھی۔ محلہ کوٹھ مختصر سی فصیل اور برجوں سے محصور تھا۔ اب بھی اس کے نشانات موجود ہیں۔ فصیل کے اندر راجہ کا محل تھا اور اس کے قریب سدّی کوتوال کی ڈیوڑھی تھی۔ اب بھی ان عمارات کے کھنڈر باقی ہیں، خلجی دور میں یعنی چھٹی صدی ہجری میں اندول، میدک، پاپنا پیٹھ، راجم پیٹھ اور نارائن کھیڑ وغیرہ میں معمولی راجاؤں کی حکومتیں تھیں جن کو سمستان کہتے ہیں۔ ان میں باہمی جنگ وجدال رہتا تھا۔ اس دور میں حضرت بایزیدؒ اپنی جماعت کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے نارائن کھیڑ تشریف لائے اور لڑائی کی۔ نارائن کھیڑ میں شہید ہوئے۔ اور وہیں سر مبارک چھوڑ کر فقط جسم مبارک سے جہاد کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار **اندول** تشریف لائے اور محلہ کوٹھ کی فصیل کے باہر راجہ کے محل کے قریب کے صدر دروازہ کے روبرو جہاں آپ کا مزار مبارک ہے گر پڑے، یہ حالت دیکھ کر کئی ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور آپ کا مزار شریف

تعمیر کیا۔ اب تک آپؒ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ سرکار کی جانب سے عرس ہوتا ہے، چونکہ آپ شہید ہیں اس لئے اب بھی آپ صاحب کرامات ہیں آپ کی موجودگی کے بعد یہاں اسلامی اقتدار قائم ہوا، حضرت عالمگیر شہنشاہ ہند کے زمانہ تک اندول بہمنی حکومت اور اس کے بعد قطب شاہی حکومت کے زیر تسلط رہا جس کی یادگاریں اب بھی ایک مسجد فصیل سے متصل موجود ہے جو قطب شاہی مسجد قدیم کے نام سے مشہور ہے۔

اس وقت تک محلہ کوٹھ کی صرف ایک معمولی سی فصیل باقی رہ گئی تھی اس لئے عالمگیر کے انتقال کے بعد مسلمان گورنروں نے اپنی ایک علحدہ حیثیت قائم رکھنے کے لئے کافی طویل فصیل تعمیر کی جو متعدد مضبوط برجوں اور چار کمان دار وسیع دروازوں پر مشتمل ہے۔ اب بھی وہ برج اور دروازے موجود ہیں، اس فصیل کے اطراف ایک گہری اور عریض خندق بھی بنائی گئی تھی، جس کے اب بھی اکثر جگہ آثار باقی ہیں، آج بھی ایک دروازہ پر جس کو "میدک کی بیس" کہتے ہیں، یہ عبارت کندہ ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قطب شاہی دور کی تعمیر ہے۔ کیونکہ تعمیری وضع قطع میں قطب شاہی مذاق کا اثر زیادہ تر نمایاں ہے۔

"در عمل نواب سعید خاں بہادر بنا کردہ برج لال بیگ قلعہ دار قلعہ اندول فی التاریخ بست و دوم شہر رجب المرجب ۱۱۳۲ھ"

ترجمہ :۔ نواب سعید خاں بہادر کی عمل داری میں لال بیگ قلعہ دار اندول نے بتاریخ ۲۲ رجب المرجب ۱۱۳۲ھ م ۱۷۱۲ء اس برج کی بنیاد رکھی، عالمگیر کا انتقال ۱۱۱۸ھ م ۱۶۹۸ء میں ہوا۔

۳۔ دیوانِ بہلول :۔ یہ مطبوعہ اُردو کلام ہے ۔ جو نعت، تصوف اور چند فارسی غزلیات پر مشتمل ہے ۔ نمونتہً چند اشعار درج ذیل ہیں ۔

اِن اشعار میں وحدت الوجود کی طرف اشارہ ہے :۔

ہر طرف تجھ کو جانِ جاں دیکھا ؛ کہیں باطن کہیں عیاں دیکھا
جس کو غیب الغیوب کہتے ہیں ؛ اِس کو کامل نے بے گماں دیکھا
سیدھا الٹا "انا" کا ایک ہی ہے ؛ اِس میں اسرارِ عارفاں دیکھا

سیاہ قلبی کے بارہ میں فرماتے ہیں :۔

جرم وخطا کے باعث دل جب سیاہ ہو بہلول ؛ ماہِ منیر سمجھو زیرِ سحاب آیا

آج کل کے مشائخین کے تعلق سے فرماتے ہیں :۔

دیکھا نہ خدا صوفی کہایا تو کیا ہوا ؛ چشموں کو اپنی خوب جمایا تو کیا ہوا
کیا عبد و رب میں فرق ہے اسکی نہ کی تمیز ؛ تسبیح و جُبّہ پیرہن دکھایا تو کیا ہوا

مرنجاں و مرنج" یعنی کسی کو رنجیدہ مت کرو اور خود بھی رنجیدہ نہ رہو کی پالیسی کے تحت فرماتے ہیں کہ، لوگوں کے دل کو دُکھانا بدترین عمل ہے ۔

ناتوانی دلِ کس را تو مرنجاں بہلول ؛ نزدِ اربابِ صفا اسفل ازاں چیزے نیست

شیخ کامل کی تعریف فرماتے ہیں :۔

حُریّت ہو نصیب جس کی وجہ ؛ اور ہی ہے جہاں جہانِ غیب
کب صفت ذات سے جدا بہلول ؛ صوریٔ معنوی لسانِ غیب

"مرنے سے پہلے مرو" کے سلسلہ میں تفہیم فرماتے ہیں

قبل مرنے کے مریں ایسا ہنر پیدا کر ؛؛ جانِ جاناں سے ملیں ایسی نظر پیدا کر
کلمۂ لا سے نفی ہستی کی کر لے بہلول ؛؛ روشنی قلب میں پھر مثلِ قمر پیدا کر

فرماتے ہیں :-

ہو گئیں ہزار شکلیں آئینہ چور ہو کر ؛؛ کوئی سما رہا ہے آنکھوں میں نور ہو کر
بہلول جو خودی کو اپنی کیا فنا ہے ؛؛ مطلوب کو وہ جانا ہستی سے دور ہو کر

حال و مقام سے متعلق اظہارِ خیال فرماتے ہیں :-

کیا قلم میرا لکھے حال و مقام درویش ؛؛ ہے زمانے کے سوا رنگِ کلام درویش
جانتے ہیں کہ صحو اور محو ہے کیا چیز ؛؛ پی لیا جب سے صبح ہم نے جو جام درویش
سیر فی اللہ والی اللہ و من اللہ الحق ؛؛ ہے طریقت میں سلوک ایک نظام درویش
منتقل ہوتے ہیں مرتے نہیں مردانِ خدا ؛؛ دونوں عالم سے نہاں کب ہے دوام درویش
نہ ہو بہلول طلب گار کرامت اصلا ؛؛ خود شناسی و خدا دانی ہے کام درویش

سلوک، کشف و کرامات اور ضبط کے بارہ میں تعلیم فرماتے ہیں۔

راز داں کو ملا ہے ربط و ضبط ؛؛ ایک حقیقی ادا ہے ربط و ضبط
بے قراری بیاں کیا تو کہا ؛؛ نہیں تجھ کو ملا ہے ربط و ضبط
ہے یہ تلقین شہ امان اللہ ؛؛ دیدنی کے سوا ہے ربط و ضبط
خونِ دل پی چکا تو جب بہلول ؛؛ رفتہ رفتہ جما ہے ربط و ضبط

اپنے آپ کے چھپائے رکھنے کے سلسلہ میں اشارتاً فرماتے ہیں۔

جائیے مہرباں خدا حافظ ؛؛ راز رکھئے نہاں خدا حافظ
کوئی پوچھے کہ ذات کیا تو کہو ؛؛ ہے الٰہ بے نشاں خدا حافظ
تم خلافِ شرع کوئی کلمہ ؛؛ نہیں کرنا بیاں خدا حافظ

عشق اور سوز و گداز کی نسبت اظہارِ خیال فرماتے ہیں :-

قدرِ شمع سمجھتا ہے پروانہ شمع — گر جاتا ہے بے ساختہ دیوانہ شمع
قلبی نظر نصیب ہو تو ہے لطف — جز شمع نہیں دیکھتا پروانہ شمع
رکھتا ہوں گرچہ ہوش مگر ہوں بے ہوش — بے ہوش کیا مجھ کو میخانہ شمع

عرفانِ خودی کے باب میں فرماتے ہیں:-

ایک الف پڑھنے میں عمر گزاری ہم نے — ہم کو بتلاتے رہوگے یہ لیاقت کب تک
واعظو وعظ تو ہے بر سر منبر احسن — خود کو پانے کی کرو فکر فصاحت کب تک
ہے فنا سب کو اے بہلول خدا باقی بس — یہ حکومت یہ نظامت یہ عدالت کب تک

معیتِ خدا کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:-

دوست نزدیک ہے تو دور سمجھتا اسکو — مسئلہ صاف طریقت کا صحیح ہے فی الکل
خوب فرمائے ہیں ارشاد امان اللہ شاہ — تو سمن، شاہِ زمن تو گل و ریحان سنبل

نکرِ عرفان کے بارے میں اپنا خیال ظاہر فرماتے ہیں:-

حقیقت را نمی دانم بہ ظاہر چوں مسلمانم — میانِ تفرقہ گشتہ بسا حیراں پریشانم
بہ تقلیدِ ہمہ عالم خدارا وحدہ گویم — گلِ عرفاں نمی دارم معرّیٰ مست دامانم
نمایم مسکنِ جاناں برائے زاہد صافی — نہ عرشی ام نہ فرشی ام دلِ من عرش جانانم
نکاتِ من عرف گویم رہِ فی اللہ می پویم — ندارم ہیچ سامانم دلے با ساز و سامانم
ہمہ احباب را دانم بہ زندیق و منافق ہم — چہ تدبیرے مسلمانان کہ من خود را نمی دانم
کسے گوید ظہورِ تو بگو بہلول ایں مصرع — نظام آباد خاکِ من غلامِ پاک بازانم

پھر فرماتے ہیں:-

تحیر ہے بہلول کو پھر سے — تو کہتا ہے دل میں سمایا ہوا ہوں

بہ شمیر و شیرِ اسرار و معانی ؛؛ بہ احوالِ دگر شکلِ عجیبم
تمیزِ مسجد و مسجد بہ باید ؛؛ بگفتہ نکتہ ہا جانِ ادیبم
بگفتہ لَا تفکّر ذات اندر ؛؛ بہ آیت نحن واقرب حق قریبم

مزید معرفت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں

ایک نظر ہے ہزار آنکھوں میں ؛؛ باغ ہے گل ہزار آنکھوں میں
از دلیلِ فثم وجہ اللہ ؛؛ ہر طرف ہے وہ یار آنکھوں میں
جب سے قالو بلیٰ کہا ہم نے ؛؛ ہے بلا کی خمار آنکھوں میں
کیا تمنائے وصل ہو بہلول ؛؛ جب ہو لیل و نہار آنکھوں میں

مسئلہ معیت کے یہ معنی ؛؛ آب گوہر میں گوہر آب میں ہے

مختلف نکات کے مختلف اشعار یہ ہیں

زاہد مریضِ عشق کی کوئی دوا نہیں ؛؛ ڈھونڈا طبیب پر کہیں نسخہ ملا نہیں
پیرِ مغاں کے در پہ ہوئی عمر سب تمام ؛؛ میں رندِ حسنِ یار ہوں کچھ پارسا نہیں
تم سے صنم گذارشِ بہلول ہے یہی ؛؛ وقتِ سحر میں کیوں اٹھی بادِ صبا نہیں

ایک شخص کو تھی تلاش اپنے کو دیکھے آپ ؛؛ آئینہ لے کے دیکھا تو ہے عکس ہو بہو
ہے ایک لفظِ آدم مومن ہو یا کہ کافر ؛؛ گل جو نام ایک لیکن ہر ایک کی ہے جدا بو

کب تک رہیگا اے دل حیران و پریشاں تو ؛؛ اے طائرِ لاہوتی آیا ہے کہاں تو
علم الیقین رکھ کر عین الیقین نہ جانا ؛؛ مسکن بنایا اپنا اب وہم و گماں تو

دیر و حرم کی چکر بے فائدہ نہ کر ؛ مالک ہے تیرا ساتھی رہتا ہے جہاں تو

جلوۂ یار شیخ و شاب میں ہے ؛ جیسے خوشبوئے گل گلاب میں ہے
جس نے جانا نہ نحن و اقرب کو ؛ اس کو سمجھو ابھی حجاب میں ہے
کیوں نہ سمجھا حقایق الاشیاء ؛ شاہ بہلول کیا تو خواب میں ہے

گرداب میں گوہر کے لئے ڈوبنے والے ؛ وہ اپنا گزر بر سرِ ساحل نہیں کرتے

غیر باطن لن ترانی اور ہے ؛ دولت سترِ معانی اور ہے
علم تفظی، عالمانی اور ہے ؛ نکتہ ہائے عارفانی اور ہے
حال اپنے ہی قلم سے ہے عیاں ؛ رام و لچھمن کی کہانی اور ہے
دل سے جو کھولے تعین کی گرہ ؛ اس کی کچھ جادو بیانی اور ہے

دل کی سرا میں روز ہیں مہماں نئے نئے ؛ حاسد نئے نئے ہیں مہرباں نئے نئے
تقلید میں فرنگ کے بدلا کے بھیس کو ؛ ہندو نئے نئے ہیں مسلماں نئے نئے
تا کے قیام دار فنا میں نہیں معلوم ؛ بہلول جمع کرتے ہیں ساماں نئے نئے
تفرید میں تجرید میں توحید میں اے شوق ؛ پاتے ہیں راز خاص مرداں نئے نئے

آپ حضرت علیؓ کی محبت میں فرماتے ہیں۔

امداد میری کیجئے فی الفور یا علیؓ ؛ کیا ذاتِ پاک آپکی مشکل کشا نہیں

ذیل کی فارسی غزل کو ملاحظہ فرمائیے۔

بنام آں شہِ خمار مستم ؛ زجادوئے نگاہِ یار مستم
مرا سودائے جاناں ہست ہردم ؛ بہ ہر دُکاں بہ ہر بازار مستم
چہ خوش گفتہ کسے واصل الی اللہ ؛ بدائم اندر خیالِ یار مستم
خمار آں رخِ زیباست ہردم ؛ نہ من از نافۂ تاتار مستم
بہ ارشادِ دلیلِ اینما من ؛ زکنہِ راز آں سرشار مستم
غلامم کرد در دم مست چشمے ؛ زجاں بر محرمِ اسرار مستم

مرا بہلول می گویند عرفا
زدید آں رخِ دلدار مستم

۴۔ نیرنگِ بہلول :۔ تاریخی نام تجلیات ملکوت۔ یہ ایک منظوم غیر مطبوعہ اردو کتاب ہے۔ جس میں قال اور حال پر بصیرت افروز وضاحت کی گئی ہے۔

۵۔ دیوانِ محامد :۔ تاریخی نام ارمغان مدح۔ اس میں عربی فارسی اور اردو غزلیں ہیں۔ یہ غیر مطبوعہ ہے۔

۶۔ مقاصدِ بہلول :۔ تاریخی نام ملفوظ المعقول۔ یہ سلوک طریقت یعنی تصوف کی کتاب ہے، جو اردو زبان میں ہے۔ اس میں فقہ اور تصوف کے مسائل کو سوال و جواب کے طرز پر واضح کیا گیا ہے۔ غیر مطبوعہ ہے

۷۔ مرکبات بہلول :۔ تاریخی نام غریب الفواید۔ یہ فارسی کتاب

طب سے متعلق ہے، اِس میں قدیم نسخہ جات ادویہ درج ہیں۔

۸۔ **وظائف بہلول:۔** تاریخی نام شوائل اجداد۔ یہ ایک فارسی کتاب ہے۔ جس میں اوراد، وظائف اور ادعیہ کی تفہیم ہے جو آپ کے خاندانی اجازتی ہیں۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ خود اپنے مدرسۂ صوفیہ میں جاروب کشی فرما رہے تھے۔ میں بھی حاضرِ خدمت تھا۔ میں نے جاروب کشی کی اجازت مانگی تو انکار فرمایا، جاروب کشی کرتے ہوئے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا: "بشر میاں (مجھ مولف کو) ترقی مبارک" میں نے عرض کی: "قبلہ! اس کا کیا مطلب" آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "ہم فقیر لوگ اپنی دھن میں کیا کہتے ہیں خود ہم کو اس کا خیال نہیں رہتا۔" چند دنوں کے بعد میری ترقی کے احکام آگئے اور میں گزیٹڈ ۔۔۔ انجینئری پر گلبرگہ چلا گیا۔ اس واقعہ کی یاد میں فی البدیہ

... ۳۰ کھڑ زبان، زبانِ غیب

حاصل کی۔ معنوی فیض درگاہ حضرت سید امان اللہ حسینی سے حاصل کیا۔
جن کو عوام بابن صاحب کی درگاہ کہتے ہیں اور معرفت کے مسائل خمسہ
کی تعلیم مکن پور جاکر حضرت شاہ عالم سے مکمل کرلی۔ آپ کو درگاہ اجمیر
شریف سے بھی طریقہ چشتیہ میں خلافت عطا فرمائی گئی۔ اس سفر میں آپ
کے ہمراہ مولوی محمد ابراہیم صاحب مہتمم تعمیرات حال چیف انجنیر بھی تھے
جو آپ کے خاص مرید تھے۔

آپ دوست دشمن سب کے ساتھ نہایت ہی خلوص اور سادگی سے
ملتے ہیں۔ بمصداق ع

اپنوں سے مہر و الفت غیروں سے ہو مدارا

آپ ہی کوشش سے درگاہ حضرت شاہ امان اللہ حسینیؒ کی گنبد مسجد
اور خانقاہ تعمیر ہوئی، درگاہ تک راستہ بھی تیار ہوا، جناب نرسا گوڑ صاحب نے
گنبد تعمیر کی، آپ کے کئی ہزار مرید ہیں جو مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں
ہر مقامی عہدہ دار آپ کا معتقد رہتا ہے بالخصوص لیٰین جنگ بہادر صوبہ دار
آپ کی زندگی مصرع ذیل کے مصداق ہے ع

مانند خضر زیست ہو مخلوق سے پنہاں

آپ کا کلام زیادہ تر تصوف اور حمد و نعت پر مشتمل ہے، فارسی
اور اُردو ہر دو زبان میں کلام موجود ہے۔

آپ کے ایک خلیفہ منظور الحق مولوی سید ابراہیم صاحب قادری منشی
فاضل مولوی کامل فرماتے ہیں کہ آپ کی تعلیم سلوک مثلاً مجاہدہ، مراقبہ مکاشفہ
وغیرہ کو بموجب شرع متین پایا، اصول طریقت مشاہدہ ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو

بقول شخصے "ایسے حضرات شیخ زمانہ نہیں بلکہ یاجوج زمانہ ہیں۔ آپ سیر عروجی کی تعلیم و تفہیم بہترین پیرایہ میں فرماتے ہیں بقول حضرت تسلیم خلیفہ حضرت شاہد اللہ ٹیکمالی سے

شوق اگر ہے رہ سے لگادوں سیر عروجی سہل بتادوں

روتے دلوں کو پل میں ہنسادوں ہے یہ فقیری کھیل نوادر

آپ اکثر فرماتے کہ ایک دن آصف جاہ اول نظام دکن اورنگ آباد میں حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوگئے، حضرت نے نظام دکن کو کھانا کا وقت آتے ہی چند روٹیاں کھانے کو دیں۔ اور آصف جاہ اول نے مشکل سے سات روٹیاں کھائیں، تو حضرت نے ارشاد فرمایا "تیرے خاندان کی قسمت میں اسی قدر ہے۔" اس ارشاد کو اکثر بزرگوں اور تجربہ کار لوگوں نے پیشین گوئی سمجھا اور اندازہ لگایا کہ خاندانِ آصفیہ میں سات پشت تک حکومت رہے گی اس کے بعد بادشاہت ختم ہو جائے گی۔

دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ نظام الملک آصف جاہ اول اپنے پیر و مرشد حضرت نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی کی خدمت میں ایک دن ایسے وقت حاضر ہوئے جبکہ وہ اندرونی حصہ میں خاصہ تناول فرما رہے تھے حضرت نے فوراً سات روٹیاں زرد شال میں لپیٹ کر نظام اول کے پاس بھجوایا جس کو نظام اول نے نوش کیا اور اسی واقعہ کی یاد میں اپنا آصفی پرچم زرد رنگ کا پسند و مخصوص کر لیا۔ چنانچہ سارے ملک میں اسی زرد رنگ کا پرچم جس کے وسط میں ہلکے زرد رنگ کی مدور روٹی کا نقش اور اوپر "العظمت للہ" لکھا ہوا ہے ہر جگہ لہراتا ہوا نظر آرہا ہے۔

بزرگوں نے اس سے یہ شگون لیا کہ سات ہی بادشاہ آصفیہ خاندان میں حکمراں رہیں گے۔ یہ حضرت کی پیشین گوئی تھی۔ حضرت نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے خلیفہ اور حضرت یوسفین حیدرآباد یعنی حضرت یوسف صاحب اور شریف صاحب کے پیر بھائی ہیں۔ اس کے ثبوت میں یہ امر واقعہ بھی پیش فرماتے کہ شروع ہی سے شاہان آصفیہ میں ایک یاقوت کی تختی رکھی ہوئی ہے جس پر ہر بادشاہ تخت نشین ہوتے ہی دستخط کرتا ہے۔ جب میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع تخت نشین ہوئے تو اُن کی دستخط کے لئے تختی پر کوئی جگہ نہ تھی۔ آصف جاہ سابع نے تختی کے کونہ میں بہت چھوٹی سی دستخط کردی۔ گویا یہ ایک قسم کا اشارہ ہے کہ یہی آخری بادشاہ ہیں اور اس خاندان میں مزید حکومت کی گنجائش نہیں رہی، اکثر دور اندیش اور اہل بصیرت کا یہ بیان ہے کہ اس حقیقت سے آصف جاہ سابع واقف تھے اور اپنی دوررس سیاست سے دولت جمع کرنے کی فکر میں ہیں اور کافی دولت مند ہیں چنانچہ موجودہ صرف خاص وغیرہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اکل حلال اور صدق مقال کے سلسلہ میں تیسرا یہ واقعہ بیان فرماتے کہ ایک طالب صادق کو ایک ایسے مرشد کی تلاش تھی جو اکل حلال کا عملی نمونہ ہو، اور اس کے اثرات ظہور پذیر ہوں۔ اس کو کسی نیک مرد نے پتہ دیا کہ فلاں جنگل میں ایک بزرگ اپنی بیوی کے ساتھ رہتے ہیں اور دونوں مل کر خود ہی کاشت کرلیا کرتے ہیں، یہ اکل حلال کا مجسمہ ہیں، اس نے جنگل کی تلاش کی، کئی دنوں کے بعد اُن سے ملا اور اپنی غرض

وغایت ظاہر کردی، اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی استدعا کی کہ وہ کئی دنوں کا بھوکا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ "تو پاؤ روٹی بھی نہیں کھا سکے گا۔" انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو گھر لے جاؤ اور روٹی کھلاؤ۔ بیوی صاحبہ نے اس کے قریب پردہ کی آڑ میں بیٹھ کر اس کے سامنے روٹیاں رکھ دیں پاؤ روٹی نہ کھانے پایا تھا کہ اس نے پانی پھینکنا شروع کر دیا۔ بیوی صاحبہ نے یہ دیکھتے ہی غصہ سے اس کے ایک طمانچہ مارا اور فرمایا کہ "مشیت ایزدی میں دخل دیتے ہو، تم کو کیا اختیار ہے کہ آگ بجھائیں۔ ہم دن رات ایسے کئی واقعات اور حادثات دیکھتے رہتے ہیں۔ لیکن ضبط سے کام لیتے اور تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ خبردار آئندہ سے ایسی حرکت نہ کرنا۔ یہ اکل حلال کا اثر ہے جو تمہارا دل اس قدر آئینہ کی طرح صاف ہو گیا ہے کہ یہیں بیٹھے بیٹھے ایسے تماشے دیکھ رہے ہو، اس کے لئے غیر معمولی ضبط کی ضرورت ہے۔ یہ اثر ہے اکل حلال اور صدق مقال کا۔ یہ تصوف اور طریقت کی بنیاد ہے۔ یہ نہ ہو تو سلوک و طریقت اور پیری مریدی بے کار ہے۔ اس میدان میں آج کل کے مشائخین اور پیران طریقت بہت ہی پیچھے ہیں۔

آپ کے ہم عصر اور ایک بزرگ حضرت کریم اللہ عرف موٹے مولوی صاحب بھی نظام آباد میں گزرے ہیں جو قطب کا درجہ رکھتے تھے۔ پنجاب کے رہنے والے سکھ قوم سے تھے، خدا طلبی کے جذبے نے اُن کو سچا مسلمان بنایا۔ شادی وغیرہ ترک کر کے کامل مرشد کے مرید ہوئے اور رشد وہدایت کے لیے نظام آباد تشریف لائے۔ صاحب باطن اور

اہلِ تصوف بزرگ تھے، تمام مقامی عہدہ دار آپ کی تعظیم کرتے اور احکام بجالاتے کسی کی سفارش کرنا ہوتا تو آپ اکثر عہدہ داروں کے پاس جاتے اور فرماتے " ارے ناظم، ارے تعلقدار تو اُس کا بھلا کر خدا تیرا بھلا کرے گا آپ بہ ظاہر رندی المشرب تھے لیکن حقیقت میں شب بیدار، تہجد گزار اور نمازی تھے۔ جناب محمدؐ ابراہیم صاحب مہتمم تعمیرات، جناب نصرت علی صاحب منصف اور اکثر عہدہ دار آپ کی دعا اور زجر و توبیخ سے ترقی پاتے رہے آپ قوالی کے زیادہ مشتاق اور پابند تھے۔

آپ یعنی حضرت بہلول شاہ صاحب اور آپ کے دوست سید شاہ پیراںؒ صاحب بی۔ اے مہتمم جیل خانہ جات اکثر موٹے مولوی صاحب سے اُن کی رندی المشربی کی وجہ سے کشیدہ خاطر رہتے تھے۔ وہ دونوں غیر معمولی متشرع اور یہ علانیہ رند،

موٹے مولوی صاحب کے واقعات میں لکھا ہے کہ یہ تینوں حضرات اورنگ آباد تشریف لے گئے، حضرت بنے میاں سے جو قطب وقت اور باطنی صاحب حکومت مجذوب تھے ملاقات کی تو بنے میاں جو ہمیشہ برہنہ رہتے تھے، فوراً مولوی صاحب کو دیکھتے ہی کپڑا باندھ لیا اور حجرہ کے اندر بلوالیا لیکن ان دونوں کی طرف توجہ نہ کی، باہر تشریف لانے کے بعد ان دونوں حضرات کو قدم بوسی کا موقع ملا۔ بنے میاں جنگ عظمیٰ کے زمانے میں بقید حیات تھے۔ گار کی کنکریاں جمع کر رکھا تھا۔ اور ان ہی کنکریوں سے آپ جنگ کی فتح و شکست کا نقشہ بناتے رہتے تھے۔ جرمن کے خلاف اکثر پیشین گوئی فرماتے تھے۔ آخر کار انگریزوں ہی کو فتح ہوئی۔

ہیں جس وقت اورنگ آباد میں تھا اس وقت خواب میں حضرت بنے میاں کو ایک بچہ کے ساتھ دیکھا ہے جو معمر لوگوں سے دریافت کرنے پر بالکل صحیح ثابت ہوا۔

حضرت بنے میاں صاحب جلال اور قوی الحال مجذوب گزرے ہیں۔ جذبہ کی حالت میں آپ جدھر نظر ڈالتے اس طرف ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جاتی۔ لوگ اس وقت بھاگ جایا کرتے تھے، اگر آپ جیل میں رکھے جاتے تو خود بہ خود جیل خانہ کے باہر ہو جاتے۔

حضرت سید امان اللہ حسینی کے عرس کے موقع پر آپ اکثر مجالس وعظ اور مشاعرہ کا انتظام فرماتے، خادم (مؤلف) نے بھی ایک فارسی غزل لکھ کر سنائی تھی۔ جس کے دو اشعار "نمونتہً" پیش کئے جاتے ہیں۔

ظاہر چہ کنم حالت رازے بہ حجاب اندر ؛ مسلم و مسلمانی در گور و کتاب اندر
در حلقۂ عشاقاں از شیخ شنیدہ ام ؛ "او در من و من در وے چوں بو بہ گلاب اندر"

ایک روز پولیس ایکشن سے پہلے جب کہ میں عادل آباد میں تھا مولوی محمد غوث الدین صاحب گھٹالہ دوم تعلقدار بھی میرے ساتھ تھے ہم دونوں حیدرآباد سے عادل آباد جارہے تھے۔ محبوب گھاٹ پر جہاں ایک بہت بڑے بزرگ کا مزار ہے اور سرکاری بس موٹر خود بہ خود وہاں ٹھہرتی ہے ہم دونوں مزار شریف پر حاضری دے کر فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد بس میں بیٹھ گئے۔ بر سبیل تذکرہ حضرت بہلول شاہ قبلہ کا ذکر رہا، دوم تعلقدار صاحب نے آپ سے بے حد عقیدت مندی کا اظہار کیا۔ میں نے بھی اپنی نظام آباد کی سرگذشت بیان کی کہ "میں دفتری

الجھنوں اور گھر کی پریشانیوں سے پراگندہ دماغ ہو کر آپ کے پاس آنا اور عصر سے عشاء تک بیٹھ جانا اور سلوک کا درس لینا تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک پرسکون مقام پر بیٹھا ہوا دنیا سے بے نیاز ہوں" یہ شعر جو کسی وقت آپ کی تعریف میں لکھا تھا، دوم صاحب کو سنایا تو وہ بے حد متاثر ہوئے اور کہا کہ یہ بالکل حقیقت ہے اور یہی بزرگوں کی نشانی ہے۔

جن کے ملنے سے یاد آئے حق ؎ عارف الحق کی یہ نشانی ہے

عارف الحق سے مراد حضرت بہلول شاہ ہیں۔

جناب فرحت اللہ صاحب ضلع نظام آباد کے کلکٹر تھے، موضع ڈیچ پلی کی مسجد کے انہدام کے سلسلہ میں زبردست ہنگامہ ہوا، مسلمانوں کی شکایات پر کلکٹر صاحب معطل کئے گئے اور وہ کسی نامعلوم مقام پر چھپے رہے۔ ایک روز انہوں نے اپنے خاص آدمی کو آپ کے پاس روانہ کیا خادم بھی اس وقت حاضر خدمت تھا، قبلہ نے ایک خالص دکنی زبان کا شعر مجھ سے لکھوا کر ہدایت و ترکیب کے ساتھ فرحت اللہ صاحب کلکٹر کے پاس بھجوایا، اور خط کے جواب میں لکھا کہ سوا لاکھ بار پڑھنے کے بعد بحالی کے احکام آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پولیس ایکشن، حیدرآباد کی تباہی اور ہندوں کی حکومت کے بعد خادم گزیٹڈ عہدہ سے معطل کیا گیا اور دو سال معطل رہا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوا تو آپ نے سورہ یسین کے وظیفہ کی تلقین کی۔ خادم اس پر بحالی تک عمل پیرا رہا۔ اور آخر میں عزت کے ساتھ بحال کیا گیا۔

آپ کے خلفاء بہت کم ہیں البتہ مرید ہزاروں کی تعداد میں ہیں
آپ کے صاحب زادے مولوی محمود عالم صاحب سالک، اور آپ کے مرید مولوی
سید ابراہیم صاحب منظور الحق خاص خلفاء مشہور ہیں۔ مؤلف کو بھی خلافت
عطا فرمائی جا رہی تھی لیکن مؤلف (خادم) نے انکار کر دیا کہ "میں اس قابل
نہیں ہوں۔ اگر میرا کوئی مرید پریشان ہو جائے اور مجھ سے دعا اور مدد
کا طالب ہو تو میری دعا میں اتنا اثر نہیں کہ فوراً قبول ہو اور مرید کی
پریشانی جاتی رہے ورنہ مرشدانہ لباس محض ایک دھوکہ ہے"۔ یہ سن کر آپ
نے فرمایا کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ دل کی چنگاری بھڑک اٹھے گی۔

مؤلف (خادم) کی داڑھی کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ آپ ہی کی کرامت
کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد ایک رات
خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں ایک قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں
شیروانی زیب تن ہے، سر پر شملہ ہے، کندھے پر رومال ہے، لنگی باندھے
ہوئے ہوں، میرا چہرہ داڑھی سے منور، خوب صورت اور وجیہ و شکیل
نظر آ رہا ہے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد ہی دل میں داڑھی رکھنے کا شوق
پیدا ہوا اور میں نے فوراً داڑھی رکھی۔

آپ اکثر فرماتے کہ:۔

جہاں تقویٰ یعنی اکلِ حلال اور صدق مقال نہیں وہاں ولایت
نہیں۔

جہاں بے ریائی اور اخلاص نہیں وہاں فقر نہیں۔

فنا فی اللہ سے مراد انسان کامل کا بذریعہ ادراک یہ یقین کر لینا

کہ خدا کس طرح انسان سے قریب ہے بمنزلہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔

"مرنے سے پہلے مرو" کا مطلب غیر شرعی تمناؤں کا قلع قمع کرنا۔
شریعت میں کامل نہیں لیکن آج کل لوگ طریقت کی طرف راغب ہیں جو غلط طریقہ ہے۔

دائرہ وحدت الوجود کی تشریح۔

آپ نے اپنے مریدوں کے لئے درسِ سلوک کی خاطر چند عنوانات قائم کر کے تشریح فرمائی ہے جو حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ سبیلات۔ شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت
۲۔ منازل۔ ناسوت، ملکوت، جبروت، اور لاہوت
۳۔ عقول۔ عقل معاش، عقل معاد، عقل نور اور عقل کل
۴۔ فنا۔ فنا فی الوجود، فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، اور فنا فی اللہ
۵۔ عناصر۔ آب، خاک، آتش اور ہوا
۶۔ مشارب۔ قادری، چشتی، نقشبندی اور طبقاتی
۷۔ قلب۔ مضغہ، منیب، سلیم اور مدور
۸۔ مدارج۔ قطب الاقطاب، قطب، ابدال اور اوتاد
۹۔ کشف۔ کشف القلوب، کشف القبور، کشفِ صغریٰ اور کشفِ کبریٰ۔
۱۰۔ تجلیات۔ سرخ، سفید، زرد اور سیاہ
۱۱۔ نفوس۔ امارہ، لوامہ، ملہمہ اور مطمئنہ

١٢ - مغائبات - معائنہ، مراقبہ، مکاشفہ اور مشاہدہ

١٣ - روح - روح علوی، روح سفلی، روح حیوانی اور روح قدسی -

١٤ - ملائک - جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل -

تنزلاتِ ستّہ کا نظریہ -

مرتبہ اولیٰ	مرتبہ ثانی	مرتبہ ثالث	مرتبہ رابع	مرتبہ خامس	مرتبہ ششم	مرتبہ ہفتم
ذات	تنزل اوّل	تنزل ثانی	تنزل سوم	تنزل چہارم	تنزل پنجم	تنزل ششم
احدیت -	وحدت -	واحدیت -	روح -	مثال -	جسم -	انسان
باطن -	حقیقت محمدیہ -	اعیان ثابتہ -	-	-	-	-

تنزل اوّل تا تنزل ششم کو "تنزلاتِ ستہ" کہتے ہیں۔

احدیت سے مراد ذاتِ خدائے تعالیٰ۔ وحدت سے مراد نور محمدی اور واحدیت سے مراد کثرت یعنی اعیان ثابتہ یعنی صوَر علمیہ جس کو دنیا یا کائنات کہتے ہیں۔ جو روح و مثال و جسم پر مشتمل ہے اور انسان مظہر کامل ہے، اشرف المخلوقات ہے اور خلیفۃ اللہ ہے۔

قرب و معیت الٰہی :۔ خدا کا قرب بندوں کے ساتھ ذاتی ہے نہ کہ محض علمی یعنی علمی مع الذات بغیر اختلاط و حلول واتحاد کے۔ اسی طرح محبتِ الٰہی، حضورِ حق، احاطتِ حق، اوّلیت و آخریت و باطنیت حق بھی ذاتی ہے۔

خدا کی تعریف مؤلف کے الفاظ میں

ہے تیری ذات واحد و یکتا	فہم و ادراک سے بھی بالاتر
ہے تخیّل بھی عاجز و مجبور	نہ تیرا کوئی مثل اور ہمسر
نہ تیرا ہے کوئی شریکِ کار	شرک سے تو ہے پاک اور برتر
نہ تجھے نیند ہے نہ ہے اولاد	بشریت سے تو ہے بالاتر

شریعت (قال)۔ اقوال محمدی و احکام الٰہی جن کا تعلق ظاہری عبادت ذکرِ لسانی اور جسم سے ہے۔

طریقت (فعل)۔ عملِ محمدی و عبادتِ الٰہی جو باطنی عبادت، ذکرِ قلبی اور ذکرِ دوام سے متعلق ہے۔

حقیقت (حال)۔ حال اور کیفیت جو ذکرِ روحی اور قربِ الٰہی پر مبنی ہے

معرفت (مقام)۔ مقامِ دید جو ذکرِ سرّی اور مشاہدہ ذاتِ الٰہی (بہ اوصاف و افعال) پر مشتمل ہے۔

منزلِ ناسوت۔ عالم ظاہر و عالم خواہشاتِ نفسی اور خودیٔ نفس۔

منزلِ ملکوت۔ عالم معنوی و عالم بے خودی جبکہ دل خدا کی مہر و الفت کو مستقلاً اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں سالک کو ممکن الوجود یعنی نوری بدن کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

منزلِ جبروت۔ (حقیقت) عالمِ بے خودی جس میں روح کا عرفان اور قربِ الٰہی داخل ہے۔ یعنی اپنے وجود سے خود بہ خود بالتفصیل شناسائی ہوتی ہے اور ممتنع الوجود کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

منزلِ لاہوت۔ (معرفت) عالمِ قرب اور مشاہدہ ذاتِ الٰہی جہاں انی وانا (میں اور تو) کا فرق باقی نہ رہے۔ سالک کو عارف الوجود کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو تینوں وجودوں پر محیط ہے۔ اس کو مقام روح الروح بھی کہتے ہیں یا مقام علوئیت جہاں سالک کو کچھ اپنی بھی خبر رہتی ہے

ان کے علاوہ اور ایک منزل "منزلِ ہاہوت" بھی ہے۔ جہاں سالک کی سب حالیتں (صفتیں)، گم ہو جاتی ہیں اور اسے نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ اس بے خبری کی خبر۔

علم اولیار

ریمیا و سیمیا و کیمیا و ہیمیا ہ کس نہ داند جز بہ ذاتِ اولیار

ریمیا:۔ آن کی آن میں مغرب سے مشرق تک پرواز کرنا اور ہوا پر اُڑنا۔ بقول حضرت جیلانی باشاہ المتخلص بہ تسلیم ؎

اُڑتے پھرتے ہیں ہوا پر رات دن ؛ عارفوں کو گرچہ پر ہوتے نہیں

سیمیا:۔ اپنی روح کو دوسرے کی روح و بدن میں داخل کرنا یعنی استادِ معنوی کا اپنے حاصل شدہ اسرارِ معارف کو ذہن مرید کے تفویض کرنا اور اس کے سینہ میں اپنے کمالاتِ روحانی کو منتقل کرنا۔

کیمیا:۔ تانبے کو زرِ خالص بنانا یعنی مرشدِ کامل اپنے ناقص مرید کو کامل بناتا ہے۔ اور اپنے رنگ میں رنگتا ہے۔

ہیمیا:۔ علم طلسمات یعنی خزائنِ دیرینہ پر بلیّات، جن اور آسیب شیاطین، کالا سانپ اور میاسور وغیرہ کا قبضہ ہوتا ہے۔ اِن بلیّات اور شیاطین کو مسخر کرکے نکالنا۔

آپ اکثر مجھ سے دریافت فرماتے "تم شاعری میں کس کے شاگرد ہو" میں عرض کرتا۔ کسی کا نہیں۔ البتہ ہر شاعر کو جی سے جان پہچان ہے۔ اپنے اشعار سنایا کرتا ہوں۔ مجھے بچپن ہی سے شاعری کا شوق ہے۔ لیکن کسی کی شاگردی کا اشتیاق نہیں۔ اکثر حضرت شاہ سعد اللہؒ کی گنبد کے اندر رات تمام رہتا۔ خود کے مناجات پڑھتا اور دعا کرتا کہ مجھے اشعار کہنا آجائے۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ نے مجھے سینہ سے لگالیا۔ مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ اور میں نے اللہ کہہ کر چیخ ماری۔ میرے والد صاحب قبلہ میرے بازو آرام فرما تھے۔ اُن سے جو میری چیخ سن کر بیدار ہو چکے تھے اپنے خواب کا ذکر کیا اور اُن بزرگ کا حلیہ بیان کیا تو انھوں نے یہ تعبیر کی کہ وہ بزرگ حضرت سعدیؒ ہیں جنھوں نے تم کو اپنے سینہ سے لگایا، دوسرے دن والد صاحب نے مجھے حیدرآباد کے تمام درگاہوں کی زیارت کروائی، سب سے پہلے حضرت شاہ راجو قتالؒ کی زیارت کروائی جہاں اِس شدت سے فیضانِ روح جاری ہوا کہ مجھے اپنا سینہ پھٹ جانے کا خوف ہونے لگا اس خواب کی یادگار میں مجھے اکثر ذیل کے اشعار یاد آتے رہتے ہیں ؎

شکر کہ دارم مہرباں اولیاء ؛ منّتِ وصد احسانِ اولیاء
از طفیلِ سعدیٔ شیریں سخن ؛ مل گیا مجھ کو میرا دُرجِ سخن

(دلکش حیدر آبادی)

یہ حالات اُس وقت لکھے گئے تھے جس وقت آپ بقیدِ حیات تھے۔

آپ کا وصال بتاریخ ۱۲ شعبان سنہ ۱۳۷۴ھ م ۶ خورداد سنہ ۱۳۶۴ف م ۶ اپریل ۱۹۵۵ء بمقام نظام آباد ہوا۔ آپ کا مزار شریف حضرت بابن صاحب (درگاہ حضرت سید امان اللہ حسینیؒ) کی پہاڑی پر واقع ہے۔

آپ کے جنازہ کے ساتھ ہزاروں کا مجمع تھا اور نظام آباد کی تمام سڑکیں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ نماز جنازہ میں بھی ایک کثیر مجمع نے شرکت کی۔ آپ کا مزار شریف شرع کے موافق بالکل سیدھا سادہ مٹی کا ہے۔ آپ کا سالانہ عرس بھی ہوا کرتا ہے۔